ششماہی علوم القرآن علی گڑھ ۶/ اور ۲، جنوری - دسمبر ۱۹۹۱ء

قرآنی معیشت کے بعض بنیادی مسائل

مولانا فراہیؒ کی نظر میں

عبدالعظیم اصلاحی

دنیائے مغرب میں آج سے ایک صدی قبل کے اقتصادی افکار و نظریات کا جائزہ لیا جائے تو صاف طور پر نظر آئے گا کہ عمل اور رد عمل کے نتیجہ میں دو متوازی معاشی نظام یا مسلک ایک دوسرے پر غالب ہونے کے لیے دست بگریباں ہیں۔ یہ دو نظام سرمایہ داری اور اشتراکیت ہیں۔ بیسویں صدی کے آغاز میں جب مشرق میں مغربی علوم و افکار کا آوازہ بلند ہوا تو سماجی و معاشی علوم و مسائل پر سوچنے والے علماء میں بہت کم ایسے ملیں گے جنھوں نے خود ان نظریات سے متاثر ہونے کے بجائے ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ان پر تنقید کی ہو اور کسی مسلک وسط کی طرف رہنمائی کی ہو۔ مولانا فراہی کے یہاں تفصیلی معاشی بحثیں تو نہیں ملتیں مگر اپنی تصنیفات میں مختلف مواقع پر انہوں نے اس موضوع پر جو مختصر رائیں ظاہر کی ہیں ان سے بڑی حد تک ان کے معاشی مسلک کے بنیادی خدوخال کا تعین کیا جاسکتا ہے۔ پیش نظر مضمون میں سرمایہ داری و اشتراکیت کے منظر و پس منظر کا مختصر تذکرہ کرنے کے بعد مولانا فراہی کی تفسیری توضیحات کی روشنی میں ان کے اقتصادی مسلک کا جائزہ لینے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس جائزہ کی اصل اہمیت یہ ہے کہ مولانا کے سیرت نگاروں سے ان کے فکر کا یہ پہلو یکسر اوجھل رہا۔ اس سے کچھ اس کا بھی اندازہ ہوگا کہ اس دور میں جب ایک عالم مغربی علوم و فنون کے سحر میں گرفتار تھا مغرب سے درآمدہ افکار سے متعلق امام فراہیؒ کا طرز عمل اور موقف کیا تھا۔

سرمایہ دارانہ نظام اور سود :

بے قید ملکیت، اخلاقی اقدار سے لاتعلقی، بے جا استحصال اور اغنیاء و فقراء میں روز افزوں تفاوت

سرمایہ دارانہ نظام کے چند اہم مظاہر ہیں۔ اس نظام کی بارآوری میں سود کو کلیدی حیثیت حاصل ہے۔ پیداوری کا عمل انجام دینے والا شخص اسی کی اساس پر سرمایہ حاصل کرتا ہے اور اس کو پیداوار کی لاگت میں شامل کرکے عام صارفین سے وصول کرتا ہے۔ اس نظام میں سود کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ کلاسیکی ماہرین معاشیات نے سود کو ایسا خودکار آلہ قرار دیا ہے جو معیشت میں مکمل روزگار کی ضمانت دیتا ہے[۱]۔ یہاں اس اجمال کی تفصیل میں جانے کا موقع نہیں لیکن یہ بتانا دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا کہ معیشت میں سود کو یہ اثر و رسوخ کس طرح حاصل ہوا۔

قرآن کے علاوہ دوسری الہامی کتابوں میں بھی سود کی ممانعت وارد ہے، یہاں تک کہ یونان کے فلسفیوں نے بھی سود کی مخالفت کی ہے۔ عہد وسطیٰ کے وسط تک مسیحی علماء بھی ہر طرح کے سود کے مخالف رہے۔ صلیبی جنگوں کے بعد جب چرچ کے پاس بے شمار دولت اور جاگیریں آگئیں اور تجارت وصنعت میں ترقی شروع ہوئی تو اس وقت یہ بحث چھڑی کہ کیا سود کی ہر شرح اور ہر مقصد کے لیے لیے گئے سرمایہ پر سود ممنوع ہے یا اس میں کچھ تخصیص ہے؟ عہد وسطیٰ کے معاشی افکار کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیحی علماء میں اس مسئلہ پر بڑی بحثیں رہیں۔ شروع میں ان کا موقف سخت رہا، لیکن تجارت وصنعت کے ساتھ مادیت کے فروغ اور خود چرچ کے ساہوکاری میں مبتلا ہونے کی وجہ سے مسیحی علماء نے یہ کہہ کر سپر ڈال دی کہ ممنوع سود وہ ہے جو صرفی قرضوں پر لیا جائے۔ رہا وہ سود جو پیداوری قرضوں پر وصول کیا جائے، وہ ممنوع نہیں ہے اسی طرح شرح سود میں بھی فرق کیا گیا۔ کہ سود وہ غلط ہے جس کی شرح بہت بھاری ہو آسان اور معمولی شرح ممنوع نہیں ہے۔ اول الذکر کو ربا یا یوثرری (USURY) اور ثانی الذکر کو فائدہ یا انٹرسٹ کہا گیا۔ اس فرق نے سودی کاروبار اور بینکنگ کے نظام کو جو تمام تر سود پر مبنی تھا، کافی فروغ دیا اور ربع مسکوں کو تقریباً پورے طور پر اپنے تسلط میں لے لیا[۲]۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ یورپ میں اس بحث کے چھڑنے سے کچھ صدیوں قبل مسلمانوں میں بھی اس طرح کی سوچ پروان چڑھنے لگی تھی چنانچہ امام فخر الدین رازیؒ (متوفی ۶۰۶ھ/۱۲۱۰ء) نے اپنی تفسیر کبیر میں پیداوری وتجارتی قرضوں پر بھی سود کے ممنوع ہونے کے حق میں کئی دلائل دیئے ہیں اور غالباً پہلے مصنف ہیں جنھوں نے اس کا معاشی تجزیہ پیش کیا ہے[۳]۔

اس صدی کے آغاز میں مسلم علماء کا عام رویہ :

انیسویں صدی کے آخر اور بیسویں کے شروع میں تمام مسلم ممالک براہ راست یا بالواسطہ مغرب کے سیاسی، فکری اور معاشی تسلط کے بے رحم پنجوں میں جکڑے ہوئے نظر آتے ہیں مغرب کا سرمایہ دارانہ نظام ان پر اس طرح مسلط ہوگیا کہ اس سے ہٹ کر سوچنے کی بات تو دُور رہی اس نظام کے فاسد ترین جز سود کو جائز قرار دینے کی کوششیں ہونے لگیں۔ اس صورت حال کا نقشہ کھینچتے ہوئے اس موضوع پر مشہور کتاب "تجارتی سود تاریخی اور فقہی نقطۂ نظر سے" کے فاضل مصنف پروفیسر فضل الرحمٰن گنوری یوں رقم طراز ہیں:

" سیاسی و معاشی تسلط اور تہذیبی و ذہنی مرعوبیت نے خود مسلمانوں کے درمیان ایسا طبقہ پیدا کر دیا جو اپنے فروتر علمی معیار، غیر تخلیقی ذہانت، کم سوادی اور پست ہمتی کی بنا پر اپنے نظریۂ زندگی، قدروں اور علمی و تہذیبی ورثے کے بارے میں احساس کمتری کا شکار رہے۔ اور ہر مسئلہ کو مغربی افکار و تہذیب کے معیار پر تولتا ہے اور جس کے علم و تحقیق اور جدت پسندی کا منتہائے کمال یہ ہوتا ہے کہ مغرب کے رائج الوقت نظریات اور سکہ بند خیالات کی تائید اسلام کی زبان سے کرادی جائے۔ سود کے بارے میں بھی یہی رویہ اس طرح کے لوگوں کا رہا۔ غیر سودی نظام معیشت کے خاکے کی تشکیل اور اس کا برپا کرنا تو بس کا روگ نہ تھا کم ہمتی نے یہ راہ البتہ سجھائی کہ ایک ایسی چیز کو جو بدترین محرمات میں سے ہے تاویل و تعبیر کے ذریعہ جائز قرار دے لیا ہے"[۱۴]

قرون وسطیٰ کے دلائل کو یہاں بھی دہرایا گیا اور یہ دعویٰ کیا گیا کہ تجارتی اور پیداوری قرضے اور ان پر سود کا طریقہ عرب میں رائج نہیں تھا یہ ایک نوپیدا صورت حال ہے۔ اس وقت جو قرضے دیئے جاتے تھے وہ ذاتی حوائج اور صرفی مقاصد کے لیے ہوتے تھے ان پر زائد رقم بے شک ربا یا یوزرری ہے۔ باقی خوش حال افراد یا تجار سے جو زائد رقم وصول کی جائے وہ ربا نہیں انٹرسٹ ہے۔ ڈاکٹر فضل الرحمٰن گنوری نے اپنی مذکورہ کتاب میں ان دلائل کا بڑی باریکی سے جائزہ لیا ہے اور ان کا

کافی وشافی بلکہ کہنا چاہئیے دندان شکن جواب دیا ہے[۵۹]۔ موضوع سے دلچسپی رکھنے والے اس کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔

امام فراہیؒ کا موقف :

اس زمانہ میں جبکہ اہل فہم وقلم ان دلائل کی رو میں بہے جا رہے تھے امام حمید الدین فراہی نے ہر طرح کے سود کی حرمت کو یکساں قرار دیا ہے اور خود قرآن مجید سے اس بات کا ثبوت فراہم کیا کہ اہل عرب میں زیادہ تر سودی کاروبار خوش حال وتجارت پیشہ لوگوں کے ساتھ تھا۔

آیت ربا کی تشریح میں آپ نے تحریر کیا ہے :

" وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰی مَيْسَرَةٍ	'وان کان ذو عسرۃ فنظرۃ الی میسرۃ'
وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ' یلوح من ھذہ	سے یہ بات صاف نکلتی ہے کہ اہل عرب خوش
الکلمات انھم کانوا یاخذون الربا	حالوں سے سود لیتے تھے۔ پھر قریش تاجر لوگ
من ذی میسرۃ والقریش کانت تجارا	تھے اور سودی کاروبار ان میں رائج تھا۔
واصحاب الربا فلا اری فرقا بین	اس وجہ سے اسی معاملہ میں ان کے اور ہمارے
حالھم وحال ابناء زماننا فی الربا	حالات کے درمیان کوئی خاص فرق مجھے سود
واللہ اعلم[۶۰]	کے بارے میں نظر نہیں آتا، واللہ اعلم۔

خوش حال لوگوں کو قرضہ دیئے جانے اور اس پر سود کمانے کا قرآن سے ثبوت ایک ایسا نکتہ ہے جو مجھے اپنے علم کی حد تک کسی اور کے یہاں نظر نہیں آیا۔ یہ چیز مولانا فراہیؒ کی قرآن فہمی کی خداداد صلاحیت کی طرف بھی اشارہ کرتی ہے۔ اس نکتہ کی مزید وضاحت کرتے ہوئے آپ کے شاگرد رشید مولانا امین احسن اصلاحی اپنی تفسیر "تدبر قرآن" میں رقم طراز ہیں :

> "اس زمانہ میں بعض کم سواد یہ دعوی کرتے ہیں کہ عرب میں زمانہ نزول سے پہلے جو سود رائج تھا یہ صرف مہاجنی تھا، غریب ونادار لوگ اپنی ناگزیر ضروریاتِ زندگی حاصل کرنے کے لیے مہاجنوں سے قرض لینے پر مجبور ہوتے تھے اور یہ مہاجن ان مظلوموں سے بھاری بھاری سود وصول کرتے تھے اسی سود کو قرآن نے

ربا قرار دیا ہے اور اسی کو یہاں حرام ٹھہرایا ہے، رہے یہ تجارتی کاروباری قرضے جن کا اس زمانہ میں رواج ہے تو ان کا اس زمانہ میں نہ دستور تھا نہ ان کی حرمت وکراہت سے قرآن نے کوئی بحث کی ہے۔ ان لوگوں کا نہایت واضح جواب خود اس آیت کے اندر ہی موجود ہے۔ جب قرآن یہ حکم دیتا ہے کہ اگر قرض دار تنگ دست (ذو عسرۃ) ہو تو اس کو کشادگی (میسرہ) حاصل ہونے تک مہلت دو تو اس آیت نے گویا پکار کر یہ خبر دے دی کہ اس زمانہ میں قرض لینے والے امیر اور مالدار لوگ بھی ہوتے تھے بلکہ یہاں اگر اسلوب بیان کا صحیح صحیح حق ادا کیجئے تو یہ بات نکلتی ہے کہ قرض لین دین کی معاملت زیادہ تر مالداروں ہی میں ہوتی تھی البتہ امکان اس کا بھی تھا کہ کوئی قرض دار تنگ حالی میں مبتلا ہو کہ اس کے لیے مہاجن کی اصل رقم کی واپسی بھی ناممکن ہو رہی ہو تو اس کے متعلق یہ ہدایت ہوئی کہ مہاجن اس کو اس کی مالی حالت سنبھلنے تک مہلت دے اور اگر اصل بھی معاف کر دے تو یہ بہتر ہے۔ اس معنی کا اشارہ آیت کے الفاظ سے نکلتا ہے اس لیے کہ فرمایا ہے کہ "ان کان ذو عسرۃ فنظرۃ الی میسرۃ" (اگر قرضدار تنگ حال ہے تو اس کو کشادگی حاصل ہونے تک مہلت دی جائے)۔ عربی زبان میں 'ان' کا استعمال عام اور عادی حالات کے لیے نہیں ہوتا۔ بلکہ عموماً نادر اور شاذ حالات کے بیان کے لیے ہوتا ہے۔ عام حالات کے بیان کے لیے عربی میں 'اذا' ہے۔ اس روشنی میں غور کیجئے تو آیت کے الفاظ سے یہ بات صاف نکلتی ہے اس زمانہ میں عام طور پر قرض دار ذو میسرۃ (خوش حال) ہوتے تھے لیکن گاہ گاہ ایسی صورت بھی پیدا ہو جاتی تھی کہ قرضدار غریب ہو یا قرض لینے کے بعد غریب ہو گیا ہو تو اس کے ساتھ اس رعایت کی ہدایت فرمائی" ۳۵؎

سرمایہ دارانہ نظام کے رکن رکین سود سے متعلق امام فراہی کے مسلک کی وضاحت کے بعد آیئے اب ہم اس دور کے دوسرے اہم معاشی نظام سے متعلق آپ کی رائے کا مطالعہ کرتے ہیں۔

تاریخ کی مادی یا اقتصادی تفسیر پر مولانا فراہی کی تنقید :

بہت سے اشتراکی مصنفین نے جن میں مارکس (متوفی ۱۸۸۶ء) کا نام سب سے نمایاں ہے معاشرہ کے مختلف مراحل کے ارتقاء سے بحث کی ہے۔ ان کے خیال میں انسانی تاریخ کے مختلف ادوار میں جو معاشرتی عروج و زوال پایا گیا ہے اس کے پیچھے ہمیشہ معاشی عوامل کارفرما رہے ہیں۔ پیداوار اور مبادلہ کے ذرائع و مناہج اور معاشی مفادات کی کشمکش ہی تاریخ میں اہم کردار ادا کرتے رہے ہیں اور سماجی ڈھانچہ اور طبقاتی مفادات کو تشکیل دیتے رہے ہیں۔[۴۹]

مارکس اور اشتراکی مصنفین کے متذکرہ صدر نظریہ کو تاریخ کی مادی یا معاشی تفسیر کا نام دیا جاتا ہے مولانا فراہی اس مارکسی نظریہ کی قرآن کی روشنی میں پر زور تردید کرتے ہوئے اپنی کتاب 'فی ملکوت اللہ' میں تحریر فرماتے ہیں :

> "تاریخ میں واقعات دراصل اخلاقی عوامل کے مطابق مرتب ہوتے ہیں۔ یہ عالم اللہ تعالیٰ کے قبضہ و تصرف میں ہے۔ آسمانی کتابیں (جن میں اس حقیقت کو واشگاف کیا گیا ہے) تاریخ کی ساری کتابوں سے مختلف ہوتی ہیں۔ کسی قوم کی تعمیر و ترقی یا شکست و ریخت اس کے اخلاق کے مطابق ہوتی ہے ...... سورہ اعراف میں عذاب کے اسباب میں شرک، فساد فی الارض، فواحش اور حرص و طمع کا تذکرہ ہے۔ کسی قوم پر عذاب اتمام حجت اور کافی مہلت کے بعد آتا ہے۔ پھر ایسے لوگ اچانک پکڑ میں آجاتے ہیں.... جبکہ ایمان و تقوی کے نتیجہ میں برکات کا ظہور ہوتا ہے۔"[۵۰]

مولانا فراہی کے ان مختصر ملاحظات پر قرآن کے نظریہ تاریخ کو بخوبی مرتب کیا جاسکتا ہے۔

اشتراکیت کے پرفریب نظریات :

صنعتی انقلاب اور سرمایہ داری کے ارتقاء کے نتیجہ میں دولت و ثروت کے تفاوت میں اضافہ ہوا، بے کاری بڑھی، محنت پیشہ لوگوں کا استحصال شروع ہوا، گندی بستیاں، گنجان آبادیاں اور

طرح طرح کی بیماریاں نمودار ہوئیں۔ ان سب کے ردِ عمل کے طور پر سماجی علوم کے مختلف مفکرین نے اشتراکیت کے نظریہ کو فروغ دیا کہ نجی ملکیت کا خاتمہ ہو، ذرائعِ پیداوار حکومت کے قبضہ میں ہوں اور حکومت کی معرفت معاشی ثمرات سے تمام لوگ برابر متمتع و مستفید ہوں۔ اس نظریہ کو مارکس نے منطقی دلائل سے نقطۂ عروج کو پہنچایا۔ اس کے خیالات سے متاثر جماعت ۱۹۱۷ء میں بڑی عیاری سے اس نظریہ پر مبنی حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہوگئی۔ اس نظریہ کی حقیقت کیا تھی اور معاشی مسئلہ کو حل کرنے میں یہ کس قدر ناکام رہا اس کا اندازہ آج کرنا کچھ مشکل نہیں جبکہ روسی حکومت کا شیرازہ ایک ایک کرکے بکھر رہا ہے۔ غیر فطری مساوات اور ظالمانہ اشتراکیت نے معاشی سرگرمیوں کو ایسا کند کیا کہ یہ نظام اپنی پوری تاریخ میں مغرب کے سرمایہ دار ممالک کا بھکاری بن کر رہا اور اب جس کی تلافی کے لیے اس نے نجی ملکیت کی قیود میں ڈھیل دینی شروع کر دی ہے اور بازار پر مبنی معاشی نظام (MARKET SYSTEM) کو اپنانے جا رہا ہے*۔ لیکن آج سے ستر سال قبل جب نظام قائم ہوا تو اس کے دلفریب نعروں اور پُرفریب دعووں نے بہتوں کو مسحور کر لیا، اور انھوں نے یہ نہیں محسوس کیا کہ جبر و استبداد کے آہنی پردوں کے پیچھے کیا ہو رہا ہے۔

اشتراکیت سے متعلق علامہ فراہی کی رائے :

اس نظام سے متعلق بھی ہدایت و بصیرت امام فراہی نے قرآن مجید سے حاصل کی ہے۔ آپ کی کتاب 'فی ملکوت اللہ' میں ہمیں درج ذیل رائے ملتی ہے :

الاشتراکیة حسنها بعض الحکماء مثل	بعض یونانی حکما (مثلاً اسپارٹہ کا قانون ساز لائی کرگس
لائی کرگس مقنن اسبارطه وفلاطن و	(LYCURGUS) اور افلاطون (۳۴۷ قبل
وضعها علی امة ولکنها لم تبق لاختلاف	مسیح) نے اشتراکیت کی تعریف کی ہے بلکہ ایک
الاستعدادات وهی الآن ایضا یدعو الیها	قوم پر اس کا تجربہ بھی کیا لیکن صلاحیتوں کے

★ اس تحریر کی اشاعت کے وقت روس میں کمیونسٹ نظام کا جنازہ نکل چکا ہے۔ سوویت اتحاد ختم ہوگیا ہے اور اس کی حکومتیں اپنی اپنی جگہ آزادی کا اعلان کرکے نیا سیاسی و معاشی نظام اپنانے جا رہی ہیں۔

بعض الدعاة ويتهالك عليها العامة ولكنها ممقوتة عند الامراء والاغنياء فصارت مثار اللتخالف والتشاكس في الامة واشرأب منها فتنة لاتكاد تطفأ نظاها. قال الله تعالیٰ: انہم یقسمون رحمة ربك نحن قسمنا بينهم معيشتهم في الحياة الدنيا. ورفعنا بعضهم فوق بعض درجات ليتخذ بعضهم بعضا سخريا ورحمة ربك خير مما يجمعون (۴۳: ۳۲)[۱۱]

اختلاف کی وجہ سے یہ چل نہ سکی۔ آج بھی اس کی طرف کچھ لوگ دعوت دے رہے ہیں اور عوام کالانعام اس پر لوٹے پڑ رہے ہیں، لیکن امراء واغنیاء کو اس سے سخت نفرت ہے جس کی وجہ سے طبقاتی کشمکش اور افتراق پیدا ہوگیا ہے اور اس سے ایک ایسا فتنہ جنم لے رہا ہے جس کی آتش سوزاں سرد ہونے کا نام نہیں لیتی، سچ ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد: "کیا یہ لوگ تیرے رب کی رحمت کو بانٹنا چاہتے ہیں جبکہ ان کی اس دنیوی زندگی میں ہم نے ان کی معیشت بانٹ رکھی ہے اور ان میں سے بعض کو بعض کے اوپر اونچا کر رکھا ہے تاکہ ان کے بعض بعض کو تابع بنا کر رکھیں۔ تمہارے رب کی رحمت تو اس سے کہیں بہتر چیز ہے جو یہ جمع کر رہے ہیں۔

اس مختصر سے بیان میں علامہ نے کمیونزم پر جو بےلاگ تبصرہ کیا ہے وہ بڑی بڑی تحریروں پر بھاری ہے۔ آپ کی رائے میں دورِ جدید کا کمیونزم قدیم یونانیوں کا ایک چبایا ہوا لقمہ ہے۔ یہ تجربہ ایک بار ناکام ہو چکا ہے اور تاریخ پھر اپنے کو دہرانے والی ہے۔ یہ نظام غیر فطری ہے چونکہ لوگوں کی صلاحیتیں یکساں نہیں ہیں، اس لیے ان کے ساتھ یکساں سپاٹ میکانکی سلوک بھی نہیں ہو سکتا۔

اشتراکیت کے بعض دھڑوں نے انارکی یا فوضی کی راہ کو اپنے لیے راہِ نجات سمجھا اور ان طریقوں نے اس کو باقاعدہ ایک نظامِ حیات کے طور پر پیش کرنا شروع کر دیا۔ ان میں جوزف پرادھون JOSEPH PROUDHON (۱۸۰۹ – ۱۸۶۵ء) اور میخائیل باکونین MIKHAIL BAKUNIN (متوفی ۱۸۷۶) قابلِ ذکر ہیں۔ ان کے مطابق حکومت ہی ساری برائیوں کی جڑ ہے۔ اس لیے اپنے سارے معاملات انفرادی طور پر حل

کیے جائیں اور کوئی مرکزی حکومت نہ ہو[12] علامہ فراہی نے اس نظریہ کو بھی تاریخ اور قرآنی آیات کی روشنی میں گمراہ کُن قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

الفوضی کانت ممقوتة عند العرب و یعدونها من امارة الحمق ولکن الآن قامت لها الدعاة فی المغرب واستغووا بها العامة وهی کاُختها منارة للفتن وهدم النظام الانسانی قال تعالیٰ 'اطیعوا اللّٰه واطیعوا الرسول واولی الامر منکم (۴ : ۵۹)، ثم قال تعالیٰ: وامرهم شوریٰ بینهم (۴۲ : ۳۸)۔[13]

انارکی عربوں کے یہاں سخت ناپسندیدہ تھی اور اس کو وہ احمقوں کی سرداری قرار دیتے تھے لیکن آج مغرب میں اس کے مبلغین اٹھ کھڑے ہوئے ہیں اور عامۃ الناس کو گمراہ کر رہے ہیں۔ حالانکہ یہ اپنی ہم جنس کی طرح ہی فتنہ انگیز اور انسانی نظام کو ملیامیٹ کرنے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے صاحب امر لوگوں کی"..... ایک اور جگہ ارشاد ہے: "ان کا معاملہ باہم مشورہ سے طے ہوتا ہے"۔

اسلامی معیشت میں اقدار کی کارفرمائی:

اشتراکیت کا ایک اہم اصول یہ ہے کہ اصل چیز مقصد و غایت ہے خواہ وہ کسی بھی ذریعہ سے حاصل ہو۔ دوسرے لفظوں میں یہ نظام انسانی قدروں کی پروا نہیں کرتا اگر وہ اس کے مقاصد کی راہ میں رکاوٹ ہوں[14]۔ علامہ فراہی نے اس کا سختی سے رد کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں: فلیس الامر کما زعم الظالمون ان حسن الغایة یحسن الذریعة السیئة[15]۔ (بات وہ نہیں ہے جو ظالم لوگوں نے سمجھ رکھا ہے کہ مقصد کی اچھائی نامحمود ذریعہ کو محمود بنا دیتی ہے)۔ مقصد اچھا ہو تو بھی اس کے حصول کے لیے نامحمود ذریعہ محمود نہیں بن سکتا۔ سرمایہ دارانہ نظام جو کہ انسانی اقدار کے سلسلہ میں بے پرواہے اور اشتراکی نظام جو کہ بعض حالات میں اخلاقی قدروں کو پامال کر دینے کی دعوت دیتا ہے ان دونوں کے برخلاف علامہ فراہی نے اقدار پر مبنی نظام معیشت کی حمایت کی ہے۔ ان کے مطابق صلاح و تقویٰ اور اخلاقی

قدروں کی پابندی سے حسی وغیر حسی طور پر معاشی برکات حاصل ہوتی ہیں۔ سورۃ نوح کی آیات فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ط اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۙ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۙ وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ۙ (نوح ۱۰-۱۲) کی تشریح میں امام فراہیؒ فرماتے ہیں:

بالشريعة والصلاح تعمر الارض ويكثر النسل لما فيهما من المصالح الملكية والجسمية[۱۶]	شریعت اور نکوکاری کے نتیجے میں زمین آباد اور آل اولاد میں افزائش ہوتی ہے کیونکہ اس میں ملکوتی، جسمانی دونوں مصالح ہیں۔

اسی طرح انسان کے معاشی رویوں پر عقیدۂ آخرت کا بڑا گہرا اثر پڑتا ہے۔ سورۃ التطفیف کی آیات ۱۔ ۶ سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

الشح والكسب بالحرام ياتي من الانكار بالمعاد والعدل وعدم الخشية لله[۱۷]	بخل اور حرام طریقوں سے کمائی کی اصل وجہ آخرت اور عدل الٰہی سے انکار نیز خدا سے بے خوفی ہے۔

اسلامی معاشیات میں صدقہ وانفاق کا مقام:

سرمایہ دارانہ نظام تمام تر سود کے تعامل اور کمزور طبقات کے استحصال پر مبنی ہے اس کے برخلاف اسلامی معاشیات میں صدقہ وانفاق کے ذریعہ دولت کے ارتکاز کو ختم کرنے اور دولت کی گردش کو جاری وساری رکھنے پر زور دیا گیا ہے۔ مولانا فراہیؒ ربا کو زکات وصدقات کی عین ضد سمجھتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں الربا خلاف الصدقۃ (ربا دراصل صدقہ کی ضد ہے)[۱۸]

سورۃ القصص کی آیت وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ ط اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ (القصص:۷۷) کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

الانفاق مما رزقنا واجب ودونه فساد في الارض ومن هنا الربا فساد في الارض ومقت من الله[۱۹]	اپنے مال واسباب میں سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا واجب ہے اور اس کے بالمقابل فساد فی الارض ہے یہیں سے یہ بات نکلی کہ ربا کا

عمل زمین میں فساد پھیلانے اور اللہ کی ناراضگی
کے مترادف ہے۔

اس نظام میں اصل مالک اللہ سبحانہ، وتعالیٰ ہے:

اسلام نہ تو اشتراکیت کی طرح افراد کو ذاتی ملکیت سے محروم کرتا ہے اور نہ ہی نظام سرمایہ داری کی طرح ان کو بے قید ملکیت کی اجازت دیتا ہے۔ اس نظام کی رو سے اصل مالک اللہ سبحانہ، و تعالیٰ ہیں۔ انسان کے ہاتھ میں ملکیت محض ایک امانت ہے جس کا حساب مالک حقیقی کو دینا ہوگا۔ سورۃ الزمر کی آیت اَوَلَمْ یَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ (الزمر ۵۲) کے بیان میں امام فراہی تحریر کرتے ہیں:

مع کدکم وکیدکم بسط الرزق ترزقون بمشیۃ اللّٰہ ففی ذٰلک اٰیۃ انہ ھو الوکیل علی کل شیٔ ولہ مقالید السموات والارض ثم ھو لیغفر ذنوبکم جمیعا فلا حاجۃ الی الانداد والشفعاء ثم فی ذٰلک اٰیۃ علی انہ جعل القدر لکل شی فلا بد ان للدنیا اجلاً ولھذا الیوم غداً۔ ثم فی ذٰلک اٰیۃ علی انہ الرازق فلا یترکھم سدی ولا بد ان یحاسبھم۔[۲۰]

تمہاری چالوں اور چالاکیوں کے باوجود اللہ تعالیٰ نے رزق میں کشادگی دی ہے۔ جس کی مشیت سے تمہیں روزی عطا ہوتی ہے۔ اس آیت میں دلیل ہے اس بات کی کہ اللہ ہی ہر چیز کا مالک ہے۔ اسی کے ہاتھوں میں آسمانوں اور زمین کے خزانوں کی کنجیاں ہیں وہی تمہارے سارے گناہوں کی مغفرت فرماتا ہے اس لیے اس کے سفارشی و شریک ٹھہرانے کی کوئی وجہ نہیں۔ پھر یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے اندازے مقرر کر رکھے ہیں اس لیے لازماً اس دنیا کی بھی ایک مدت ہے اور امروز کے لیے فردا ہے اس آیت میں یہ دلیل بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی رزق دینے والا ہے اس لیے وہ لوگوں کو بیکار

نہیں چھوڑے گا اور ضرور ان سے حساب لے گا۔

نعمت و ثروت امتحان کے لیے ہے:

اسلامی نظام معیشت کا ایک بنیادی نکتہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نعمت و ثروت امتحان کے لیے دیا ہے تاکہ یہ دیکھے کہ بندہ شکر کرتا ہے یا کفر۔ کسی نعمت کو اپنے علم و جدوجہد کا ثمرہ سمجھنے کی وجہ سے ظلم و تعدی کا رجحان پیدا ہوتا ہے اور ملک و مال پر غرور کے نتیجہ میں استعلاء اور فساد فی الارض کو بڑھاوا ملتا ہے۔ سورۃ القصص کی آیت تلك الدار الآخرة نجعلها للذين لا يريدون علوا في الارض ولا فسادا [1] والعاقبة للمتقين کی تفسیر میں مولانا فراہی لکھتے ہیں:

هدى الى امر عظيم من صلاح النفس وفسادها وقد خفي على الناس وقد هلك بجهله افراد وامم وضرب له مثلا من فرعون وقارون و اعلم ان ارادة العلو في النفس هي بذر الفساد في الارض وهو كل ظلم وجريمة وانما ينشأ من رؤية النعمة التي هي بلاء من الرب ليتخرج به شكرا من العبد او كفرا. فمن رآها من الرب وشكر فقد اهتدى بها ومن رآها من علمه وجده فقد ضل وطغى۔[21]

نفس کے بناؤ/بگاڑ کے سلسلہ میں یہ ایک نہایت عظیم شی کی طرف رہنمائی ہے، جو اکثر لوگوں سے مخفی رہی اور جس سے غفلت کی وجہ سے افراد اور قومیں تباہی کا شکار ہوئیں اس کی وضاحت کے لیے فرعون وقارون کے واقعات سے مثال بیان کی۔ اس حقیقت سے باخبر رہنا چاہیئے کہ نفس میں بڑے پن کی خواہش ہی زمین میں فساد کی جڑ اور تمام تر ظلم و زیادتی کی وجہ ہے اور یہ چیز نعمت الٰہی کی طرف انسان کے رویہ پر منحصر ہے جو کہ خدا کی طرف سے آزمائش کے لیے ہوتی ہے تاکہ وہ دیکھے کہ بندہ شکر گزار بنتا ہے یا ناشکرا، چنانچہ جو اسے خدا کا عطیہ سمجھتا ہے اور اس کا شکر ادا کرتا ہے وہ راہ یاب ہوتا ہے اور جو اس کو اپنے علم اور اپنی کوشش کا نتیجہ سمجھتا ہے وہ گمراہی و سرکشی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

تعاون وتناصر پر مبنی معاشی نظام :

قرآن کی رو سے انسانوں کے درمیان حالات و درجات کے تفاوت کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ نوع انسانی ایک دوسرے کے ساتھ تعاون وتناصر سے کام لے کیونکہ اصل کامیابی وکامرانی آخرت کی ہے جو متقین ومحسنین کے لیے مقدر ہے۔ سورۃ الزخرف آیت ۳۲ کی تفسیر میں مولانا فراہی رقم طراز ہیں:

تفاوت الدرجات لمصلحة التعاون في اعمال بها العروج في التمدن۔[۲۲]

درجات میں تفاوت کی حکمت یہ ہے کہ لوگ ایک دوسرے کے ساتھ ان کاموں میں تعاون کر سکیں جن پر تمدنی ترقی کا انحصار ہے۔

مزید فرمایا:

ولكن جعل الناس امة واحدة خلاف مصلحتهم فقسم الرب معيشتهم على حكمة بها يكون تيامهم بالتعاون فالكفار متمتعون كما قال (بل متعت هؤلاء وآباءهم.....الآية) ولكن متاع الدنيا قليل والعاقبة للمتقين۔[۲۳]

تمام لوگوں کو ایک طرح کا بنا دینا اس کی مصلحت کے خلاف تھا اس لیے رب نے ان کی دنیوی زندگی کے سازوسامان کو حکمت کے ساتھ ان میں تقسیم کیا جس میں ان کی بقا ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کے ذریعہ ہی ممکن ہے۔ یہاں کفار مزے کرتے ہیں جیسا کہ ایک جگہ ایک نبی کی زبانی ارشاد ہے کہ اے خدا صحیح یہ ہے کہ تو نے ان میں اور ان کے آباؤاجداد کو نوازا ہے'' لیکن متاع دنیا چند روزہ ہے انجام کار کامیابی متقین کے لیے ہے۔

خاتمۂ کلام :

اس طرح جہاں ایک طرف مولانا فراہی نے سرمایہ دارانہ نظام کے لہو فاسد۔ ہر طرح کے سود۔ پر ضرب کاری لگا کر اسے قرآنی نظام صدقات کی ضد اور فساد فی الارض قرار دیا۔ وہیں اشتراکیت کو قرآنی نظام تقسیم

اور تسخیر و تعاون پر مبنی انسانی فطرت سے بغاوت سمجھا اور دو باہم متحارب و متخالب نظامہائے معیشت کو رد کرنے کے بعد آپ کی تحریروں سے آپ کا اقتصادی مسلک جو سامنے آتا ہے اسے قرآنی اقتصادی نظام کہنا زیادہ مناسب رہے گا۔ جیسا کہ آغازِ کلام میں عرض کیا گیا، علامہ فراہی نہ تو ماہر معاشیات تھے اور نہ ہی انھوں نے معاشی موضوعات پر قلم اٹھایا لیکن مطالعہ قرآن کے دوران آپ نے معاشی نکات پر جو بستہ جستہ فقرات لکھ دیئے ہیں انھیں دیکھتے ہوئے خیال ہوتا ہے کہ آپ اس طرف توجہ فرماتے تو اس وقت ہمارے سامنے قرآنی معاشیات کا ایک بہترین مرقع موجود ہوتا۔ وفوق کل ذی علم علیم

حواشی

۱؎ شپیرو، اڈورڈ، میکرو اکنامکس انلیسس

SHAPIRO, E. 'MACROECONOMIC ANALYSIS' 5th ed. NEW YORK. HARCOURT BRACE JOVANORICH. 1990 P.P. 163-68.

۲؎ اس بحث کی بعض تفصلات کے لیے ملاحظہ ہو:

ISLAHI, ABDUL AZIM. 'ECONOMIC CONCEPTS OF IBN TAIMIYAH' LEICESTER, ISLAMIC FOUNDATION 1988 P.P. 123-26

۳؎ الرازی، فخر الدین، التفسیر الکبیر، قاہرہ المطبعۃ البھیۃ المصریۃ ۱۹۳۸ جلد ۵ ص ۹۲

۴؎ فضل الرحمن (گنوری)، تجارتی سود تاریخی اور فقہی نقطۂ نظر سے، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی ۱۹۶۷ پیش لفظ ا-ح

۵؎ فضل الرحمن (گنوری) حوالہ بالا

۶؎ فراہی، حمید الدین، مخطوطہ حواشی قرآن کریم سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۸

اصلاحی، امین احسن۔ تدبر قرآن جلد اول۔ لاہور فاران فاؤنڈیشن ۱۹۸۵ ص ۶۳۹

۷؎ اصلاحی، امین احسن، تدبر قرآن حوالہ بالا ص ۶۳۸-۶۳۹

۸؎ HANEY, LEWIS H., 'HISTORY OF ECONOMIC THOUGHT' NEW YORK, MACMILLAN, 1921 P. 443.

۹ے فراہی، حمید الدین۔ فی ملکوت اللہ، سرائے میر الدائرۃ الحمیدیہ ۱۳۹۱ طبع اول ص۱۹۔

۱۰ے فراہی، حمید الدین فی ملکوت اللہ حوالہ بالا ص ۴۶، من افاداتہ

۱۱ے جہانیاں جہاں گشت لائیکرگس کا زمانہ ۹۰۰ سے ۷۰۰ ق قبل مسیح کا بتایا جاتا ہے۔ اس نے اسپارٹا کی حکومت کے دستور و قوانین کو مرتب کیا اور سماجی ڈھانچہ کی تعمیر نو کی۔

۱۲ے OSER, JACOB. 'THE EVOLUTION OF ECONOMIC THOUGHT'
NEWYORK. H.B. & WORLD Inc. 1971 P.P. 133-34

۱۳ے فراہی، حمید الدین، فی ملکوت اللہ حوالہ سابق

۱۴ے احمد، پروفیسر خورشید۔ سوشلزم یا اسلام، دہلی مرکزی مکتبہ اسلامی ۱۹۸۲ ص ۸۱-۸۲۔

۱۵ے فراہی، حواشی قرآن برآیات ۲۷۰-۲۷۶ سورۃ البقرہ (مخطوطہ)

۱۶ے ایضاً " " " ۱۰-۱۲ سورۃ النوح "

۱۷ے ایضاً حوالہ بالا حاشیہ برآیات ۲۹-۳۳ سورۃ التطفیف "

۱۸ے ایضاً " حاشیہ برآیت ۲۷۵ سورۃ البقرہ "

۱۹ے ایضاً حاشیہ برآیت ۷۷ سورۃ القصص "

۲۰ے ایضاً حاشیہ برآیت ۵۲ سورۃ الزمر "

۲۱ے ایضاً حاشیہ برآیت ۸۳ سورۃ القصص "

۲۲ے ایضاً حاشیہ برآیات ۳۱-۳۵ سورۃ الزخرف "

۲۳ے ایضاً